ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

۵ جون ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

دوست نیک لوگوں کو بناؤ

لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا (ترمذی، ابوداؤد)

ارشاد:۔ سوائے ایماندار کے کسی کو اپنا دوست مت بناؤ۔

بُرے دوست سے نہ ہونا بہتر ہے

اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَجَلِیْسُ الصَّالِحِ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ (مشکوٰۃ)

ارشاد:۔ بُرے لوگوں کی ہمنشینی سے اکیلے بیٹھے رہنا اچھا ہے اور نیک ساتھی تنہائی سے بہتر ہے۔

نیکوں کی شناخت

خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (ابن ماجہ)

ارشاد:۔ تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔

اے جن کے پاس بیٹھنے سے گناہوں سے نفرت اطاعت کی رغبت پیدا ہو۔ خدا تعالٰے کا خوف دل میں آئے اور شریعت کی پابندی کا شوق بڑھ جائے یہ علامت ہے اللہ والوں کی۔ ایسے حضرات کی تلاش ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جب یہ مل جائیں تو ان کی صحبت کو کیمیا جانے اور ہرگز نہ چھوڑے اگر دنیا میں ان کے ساتھ رہیں گے تو انشاء اللہ عاقبت بھی بخیر ہوگی یہ معیار ہمیشہ یاد رکھیے لباس و شکل و صورت پر نہ جائیے۔

شیخ التفسیرؒ فرمایا کرتے تھے

کہ صوفی آسمان پہ اڑتا نظر آئے لاکھوں مریدوں کا لشکر پیچھے لگائے، قبلۂ عالم کہلائے اگر اس کا ایک عمل کتاب وسنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اللہ ہی کے لئے محبت کرو

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّہُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ (مسلم)

ارشاد:۔ قیامت کے روز اللہ تعالٰی فرمائیں گے میری عظمت و اطاعت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں میں آج ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ سوائے میرے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں۔

مومن پر لعنت حرام

لَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِہٖ (بخاری، مسلم)

ارشاد:۔ مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کے برابر ہے جس طرح قتل کرنا حرام ہے اسی طرح لعنت کرنا بھی حرام

مزید تشریح

لعنت دو قسم کی ہوتی ہے ذاتی اور وصفی۔ اہلسنت والجماعت میں لعنت ذاتی یعنی نام لے کر کسی پر لعنت کرنا سوائے اس کافر کے جس کا کفر نص صریح سے ثابت ہو درست نہیں جیسے شیطان فرعون اور ابوجہل وغیرہ کہ ان کا کفر بلاشبہ ثابت ہے اس لئے ان کا نام لے کر لعنت کرنا درست ہے لیکن ان پر بھی لعنت کو وظیفہ بنا لینا اور ہر دم اس کی رٹ لگاتے رہنا مذموم و عبث ہے۔ اور کسی ایسے شخص کا نام لے کر لعنت کرنا جس کا کفر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو حرام ہے۔ ارشادات بالا میں ایسی لعنت سے منع کیا گیا ہے۔ لعنت کے معنی رحمت خدا سے دور کرنا ہے اور قرآن شاہد ہے کہ سوائے کافر کے خدا کی رحمت سے ہمیشہ دور اور محروم نہ رہے گا۔ مسلمان خواہ کتنا ہی بدکار کیوں نہ ہوگا۔ سزا پا یا بلا سزا بخشا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالٰے البتہ لعنت وصفی یعنی بغیر نام لئے فاسق ظالم وغیرہ پر لعنت کرنا بوقت ضرورت جائز ہے

مومن پر لعنت کرنے والا خود ملعون

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَۃُ اِلَی السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَہَا ثُمَّ تَہْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُہَا دُوْنَہَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ فَاِنْ کَانَ اَہْلًا لِذٰلِکَ وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِہَا (ابوداؤد)

ارشاد:۔ بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چلی جاتی ہے لیکن، آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر زمین کی طرف آتی ہے تو اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر دائیں بائیں پھرتی ہے جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس پر جاتی ہے، اگر وہ اس کے لائق ہوتا ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے

لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ (بخاری)

ارشاد:۔ جو شخص کسی کو کافر یا فاسق کہے گا اگر وہ ایسا (یعنی کافر و فاسق) نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے یعنی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

لعنت کرنے والا بکواسی مومن نہیں ہوتا

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ (ترمذی)

ارشاد:۔ مومن طعنہ مارنے والا لعنتیں کرنے والا فحش بکنے والا اور بدزبان نہیں ہوتا۔

صحابہؓ کرام کی شان میں گستاخی

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَہَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِہِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (مسلم)

ارشاد:۔ میرے یاروں کی گستاخی نہ کرو، میرے یاروں کو برا نہ کہو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرے تو ان کے ثواب کا ایک مد یا اس کا نصف بھی نہیں پا سکتا۔

یعنی

کتنی ہی عبادت کرو یا دیگر کار خیر میں حصہ لو مگر ان کی فضیلت و بزرگی کا مقابلہ کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

ہفت روزہ
خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی " ۶ روپے

فون ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۲۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۵ جون سنہ ۱۹۶۴ء | شمارہ ۵

شیر کشمیر سے سبق حاصل کیجئے

شیخ عبداللہ پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے تو پاکستانی عوام نے ان کا فقید المثال استقبال کیا وہ جہاں بھی گئے لوگوں نے ہر مقام پر ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے — ان سے محبت و عقیدت کا یہ والہانہ مظاہرہ درحقیقت ان کے جذبۂ ایثار و قربانی، بے لچک کردار اور استقلال و پامردی کو خراج عقیدت تھا اور وہ واقعی اس کے مستحق تھے ان کے یہ اوصاف دوست و دشمن سب کے نزدیک مسلم ہیں مگر ان کا اسلام اور شعائر اسلامی سے عشق پردۂ خفا میں تھا اور بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ وہ فی الواقعہ عقیدتاً سچے اور کھرے مسلمان ہیں اور دین کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی قوت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، ہم نے ان کی اسلام پسندی اور دین سے شیفتگی کے واقعات اکثر بزرگوں سے سن رکھے تھے لیکن ان کی اس خصوصیت کا مشاہدہ پاکستان میں ان کے چند روزہ قیام کے دوران اس وقت ہوا جبکہ وہ راولپنڈی میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے محو خطاب تھے — عین اس وقت جبکہ شیخ صاحب کی تقریر شباب پر تھی مسجد کے میناروں سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔ شیر کشمیر نے اذان کی آواز کان پڑتے ہی تقریر روک دی۔ اذان ختم ہوئی تو شیخ صاحب نے لوگوں سے نماز پڑھنے کے لئے کہا اور خود بھی نماز پڑھنے کی اجازت چاہی حاضرین میں سے کسی منچلے نے کہا "ہمیں نماز معاف ہے" شیخ صاحب نے برجستہ فرمایا "آپ کو نماز معاف ہوگی لیکن ہمیں تو معاف نہیں" یہ کہا اور اسٹیج پر ہی مولانا مسعودی کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کی۔ اس طرح انہوں نے نماز کی ادائیگی کے بعد اپنی تقریر کو مکمل کیا اور حاضرین نہایت ذوق و شوق، نظم و ضبط اور محبت سے تا اختتام اجلاس ان کے ارشادات سنتے رہے

یہ واقعہ بظاہر اگرچہ معمولی ہے اور نماز کی ادائیگی مسلمانوں کے روز مرہ کے معمولات میں شامل ہے مگر اس گمراہی اور بے راہ روی کے دور میں یہ ایک کارنامہ ہے۔ ایک لیڈر جب عوام کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کر رہا ہو اور اس کی تقریر نکتۂ عروج پر ہو تو اس کا تقریر کو چھوڑ کر نماز ادا کرنا، اپنے اور عوام کے جذبات کا بیک وقت مقابلہ کرنا اور ان سب کو ترک کر کے احکام الٰہی کی متابعت میں سر تسلیم خم کر دینا یقیناً اس کی للٰہیت، دین سے محبت اور عشق خدا و رسول کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے — ہمارے لیڈروں، رہنماؤں، مقتدر اصحاب اور مملکت خداداد پاکستان کے باشندوں کو شیر کشمیر کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ آیا ان پر بھی اسلام کی طرف سے کچھ حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں یا نہیں — اور اگر عائد ہیں تو پھر روز مرہ کی زندگی کا جائزہ لے کر اپنی بے اندازہ خامیوں کا قلع قمع کرنا چاہیئے اور اپنی اجتماعی زندگی کے خطوط کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کرنے چاہئیں۔

یاد رکھیئے کہ جب ہم اپنے ملکی معاشرہ پر نظر دوڑاتے ہیں، اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں اور اپنے لیڈروں کا طرز عمل دیکھتے ہیں تو شیر کشمیر کا یہ مثالی اقدام ہمیں ان تمام پاکستانی مسلمانوں کے منہ پر ایک چپت نظر آتا ہے جو خود کو مسلمان کہتے ہیں مگر کلبوں، پارٹیوں اور دیگر تقریبات میں داد عیش دیتے وقت ان کے دل میں نہ تو خوف خدا آتا ہے اور نہ انہیں نماز کی یاد ستاتی ہے — ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض خاص ملکی تقاریب اور غیر ملکی سربراہان مملکت کی استقبالیہ دعوتوں میں بھی نماز کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ارباب بست و کشاد گویا مذہب کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھتے۔ کیا غیر ملکی مبصرین اس سے یہ اندازہ نہیں لگاتے ہوں گے کہ پاکستانیوں کے نزدیک شعائر اسلامی کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور مذہب مسلمانوں کی مرضی کی چیز ہے۔ جب چاہا اسے استعمال کر لیا اور جب چاہا اسے اٹھا کر علیحدہ رکھ دیا، حالانکہ مسلمان ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ بے چون وچرا اپنی گردن مالک حقیقی کے سامنے رکھ دے اور اپنی تمام مرضیات حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اللہ رب العزت کی مرضی پر قربان کر دے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم کتاب و سنت کی تعلیمات کو دستور حیات بنائیں اور انہیں زندگی کے ہر گوشے میں جاری و ساری کریں

ہمارے نزدیک شیر کشمیر کا یہ ارشاد "نماز آپ کے لئے معاف ہوگی ہمارے لئے تو معاف نہیں" پاکستانی مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے اور خاص طور کارپردازان کرکٹ بورڈ اور ان کھلاڑیوں کے لئے جو رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں سارا سارا دن گراونڈ میں کرکٹ کھیلتے ہیں اور ایک نماز بھی ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس کھلے بندوں مشروبات کا استعمال کرتے اور شعائر اسلامی کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

کاش پاکستانی مسلمان اور ہمارے لیڈر شیر کشمیر کے الفاظ کا عملی جواب دے سکیں اور اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بخاری

تہذیب نو کا اپنے منہ پر طمانچہ

؎ یہ تہذیب نو آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

اکثر مستشرقین معترض ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر تلوار اٹھائی اور اسلام کو بزور بازو پھیلانے کی کوشش کی یا مسلمانوں میں بربریت پائی جاتی تھی وغیرہم قارئین کرام نے یہ خبر پڑھی ہوگی کہ امریکہ میں ایک فٹ بال میچ کے موقعہ پر تین سو آدمی نہایت ہی معمولی بات پر آپس میں لڑ کر مر گئے، اسلام پر اعتراض کرنے والے ذرا آنکھیں کھولیں اور بتائیں کہ حضور کی دس سالہ مدنی زندگی میں جتنے کفار کے ساتھ مسلمانوں کو معرکے پیش آئے ان میں تو منجملہ ...۲۰۰ آدمی کام آئیں لیکن آج کی ماڈرن مغربی تہذیب میں جبکہ مغربی انسان بزعم خود ترقی کے انتہائی زینہ پر کھڑا ہو کر آفاق کو مسخر کرنے کی فکر میں ہے صرف ایک فٹ بال میچ میں ۳۰۰ سے زائد آدمی جانوروں کی طرح لڑ کر ختم ہو جاتے ہیں — ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا۔

مجلس ذکر ۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۶۴ء

وقت کی قدر کریں

مرتبہ خالد سلیم

حضرت مولانا عبید اللہ انور ـــ مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ موت کا کسی کو علم نہیں۔ وقت بہت ہی قیمتی ہے۔ جو لمحات میسر آتے ہیں۔ ان کو غنیمت سمجھیں اور اللہ کی یاد میں گزاریں، جتنا وقت اللہ کی یاد میں گزرے گا۔ وہی قیامت کے دن کام آئے گا۔ جو کچھ یہاں بوئیں گے وہی قیامت کے دن کاٹیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ نجات کیسے ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات ہوگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے دریافت فرمایا کہ کیا آپؐ کی بھی نجات اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! میری بھی نجات اللہ کے فضل ہی سے ہو گی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی بے حد عبادت فرماتے تھے۔ اکثر روزے رکھتے ساری ساری رات اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے جس کی وجہ سے آپ کے پاؤں مبارک میں ورم پڑ جاتے ـــ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ اللہ تعالےٰ کی اتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ رضؓ! کیا میں اللہ تعالےٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج ہم مسلمان اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کی کتنی عبادت کرتے ہیں۔ کتنا وقت اللہ کی یاد میں صرف ہوتا ہے اور کتنا ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

آج اکثر مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب نجات اللہ تعالےٰ کے فضل پہ ہے۔ تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالےٰ کو ہماری نمازوں ذکر اور عبادت کی کیا ضرورت ہے، اس طرح دل کو تسلی دی جاتی ہے اور اپنی من مانی خواہشات پر عمل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور شیطانی دھوکہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کے بندہ ہونے کی حیثیت سے مختلف عبادات نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہم پر فرض ہیں۔ ان کو ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخرت میں کامیابی ہوگی اور جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں گے۔ یاد الٰہی میں اپنا وقت صرف کریں گے۔ ان پہ یقیناً اللہ تعالےٰ کا فضل ہوگا اور وہ یقیناً بخشے جائیں گے۔ اگر عبادت۔ نماز روزہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہوتی، تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضؓ اور بزرگان دین ہمہ وقت عبادات میں شاغل نہ رہتے اور اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالتے۔

آج مسلمان دین کے معاملہ میں نیچے اور دنیا کے معاملہ میں اوپر کو دیکھتے ہیں کہ فلاں کے پاس کار ہے۔ فلاں کے پاس کوٹھی ہے یا فلاں اتنا امیر ہے۔ میں کیوں اتنا امیر نہیں۔ اور دین کے معاملہ میں اپنے دل کو اطمینان و تسلی دیتے ہیں کہ فلاں تو ایک وقت بھی نماز نہیں پڑھتا فلاں بالکل اللہ تعالےٰ کا ذکر نہیں کرتا میں نماز پڑھ لیتا ہوں تھوڑا ذکر اللہ بھی کر لیتا ہوں۔ حالانکہ ہمیں چاہیئے یہ تھا کہ ہم دنیا کے معاملہ میں نیچے کو دیکھیں اور آخرت کے معاملہ میں اوپر کو دیکھیں ـــ کہ فلاں جھونپڑی میں رہتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں پکے مکان میں رہتا ہوں فلاں کو کھانے پینے کے لئے میسر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے اللہ نے کھانے پینے کے لئے دیا اور دین کے معاملہ میں اوپر کو دیکھیں کہ فلاں تہجد گزار ہے۔ فلاں نفلی روزے بھی رکھتا ہے فلاں قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر اللہ کثرت سے کرتا ہے صدقہ خیرات بہت کرتا ہے۔ میں بھی تہجد گزار بن جاؤں۔ نفلی روزے رکھنے شروع کر دوں میں بھی قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر اللہ کثرت سے کرنے لگ جاؤں۔

ہمیں عبادات میں زیادتی کی کوشش اور فکر ہونی چاہیئے اس سے اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوگی۔ ذکر اللہ کثرت سے کرنے سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوگا۔ رزق میں برکت ہوگی۔ دنیا بھی سدھر جائے گی اور انعامات اخروی بھی حاصل ہوں گے

یاد رکھیئے! قیامت کے دن ایک ایک چیز کا حساب ہوگا پوچھا جائے گا کہ دولت کیسے کمائی اُسے کہاں خرچ کیا۔ اپنے وقت کو کیسے گزارا بیوی بچوں کو دین کی تعلیم دی یا نہیں دی اور خود علم دین سیکھا یا نہیں سیکھا اور اس پر عمل کیا یا نہیں۔ جو اپنی اولاد کو تعلیم دین نہیں دیتے۔ عبادت الٰہی میں وقت صرف نہیں کرتے اور اپنے وقت کو غفلت میں گزار دیتے ہیں وہ قیامت کے دن پچھتائیں گے، قبر میں سوال و جواب ہوگا تو کہیں گے ھَا ھَا لَا اَدْرِیْ! ہمیں کوئی پتہ نہیں لیکن اس وقت کا پچھتانا کام نہ آئیگا انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے، پنڈت نہرو نے کہا تھا۔ کہ میں ابھی نہیں مروں گا مجھے ابھی بہت دیر تک زندہ رہنا ہے لیکن موت نے زندہ رہنے کی مہلت نہ دی۔ ہمیں اپنے وقت کی قدر کرنی چاہیئے اس کو یاد الٰہی میں گزارنا چاہیئے۔ قرآن و حدیث پہ ایمان مسلمان کی جان ہے اور اسلام کی بنیاد ہے۔ اسلام صرف عبادات کی تلقین نہیں کرتا۔ بلکہ معاشرت و معاملات اور اخلاق کی درستگی کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے اسلام دل کی گہرائیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ دل کی خرابیاں اور گندگیاں دور کر کے اس میں نور ہدایت بھرتا ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ چند آدمیوں کو کپڑے دھوتے دیکھا۔ تو پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم کپڑے دھو رہے ہیں تاکہ گندگی اور میل دور ہو جائے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام

باقی ص۶

خطبہ جمعۃ المبارک ۲۹ مئی ۱۹۶۴ء ۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

کثرتِ ذکر اللہ سے دل میں نورِ معرفت پیدا ہوتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور — مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو ذکر اللہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا منشاء یہ ہے کہ اس کے بندے بے تعداد ذکر کریں صبح و شام اس کی عظمت کے گیت گائیں اور ہر گھڑی اسی کی یاد میں شاغل رہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ

اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے یعنی جو بھی حالت ہو اللہ کا ذکر کرو

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی یہ ہے کہ اس کے بندے اس کا ذکر بے تعداد اور بے شمار کریں اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں اور ہر آن اُسے جاری رکھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

ساری مخلوق میں سب سے بڑے ذاکر سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے چنانچہ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی ذکر اللہ اور یادِ خداوندی سے خالی نہ تھی۔ مختلف اندازوں سے آپ ہر آن ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کا ذکر جاری رکھتے تھے

حدیث نبویؐ کی شہادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰهِ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَام

یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جز یادِ دوست ہرچہ کنی عمر ضائع ست
جز سرِ عشق ہرچہ بخوانی بطالت ست
سعدی بشوئے لوحِ دل از نقش غیر حق!
علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت ست

بزرگانِ محترم!

اللہ تعالےٰ کے ذکر سے غفلت نہ برتو جہاں تک ہو سکے اللہ تعالےٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو کیونکہ یہی ذریعہ نجات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آپؐ فرماتے ہیں:—

مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ ذکر اللہ سے بڑھکر کوئی چیز عذاب سے نجات دلانے

ویسے بھی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تم جو اچھا کام کرو گے وہ سامنے آئے گا اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:—

مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا الخ

یعنی ذرہ برابر خیر بھی سامنے آئے گا اور ذرہ برابر شر ہو گا تو وہ بھی سامنے آئے گا۔

پس

اللہ تعالےٰ کے ذکر کی مشق یہاں تک بڑھاؤ اور اس کثرت سے یادِ الٰہی کرو کہ مرنے کے وقت بے اختیار اللہ کا ذکر جاری ہو جائے اور اسی حالت میں بندہ اپنے معبود سے ملاقی ہو

ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

بابا رشتہ سب سے توڑ
بابا رشتہ رب سے جوڑ
بابا رشتہ حق سے جوڑ

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس قال کو ہمارا حال بنا دے اور اگر یہ حال ہو جائے تو گویا دین کا مقصود حاصل ہو گیا ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ یہ ہے کہ قرآن کا اور دین کا خلاصہ ہی یہی ہے کہ

"سب سے توڑ — رب سے جوڑ"

خدا کے ہاں بندے کا درجہ

حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:—

اُغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَاذْکُرُوْا مَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ فَلْیَنْظُرِ الْعَبْدُ مِنْهُ حَیْثُ اَنْزَلَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ —

صبح و شام ذکر الٰہی برابر کیا کرو۔ تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہو کہ اپنا درجہ خدا کے ہاں دریافت کرے اُسے لازم ہے کہ اس امر پہ غور کرے کہ اللہ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اس کے نزدیک اللہ کا درجہ ہوتا ہے

حاصل

یہ نکلا کہ جس قدر محبت انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کے لئے ہو گی اور وہ جس کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول ہو گا اسی قدر معرفتِ خداوندی اسے حاصل ہو گی

ایک ذاکر کی حکایت

کہتے ہیں ایک بار ایک ذاکر بندے

سے ابلیس نے کہا کہ تو اللہ اللہ پکارتا ہے مگر حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے تجھے کوئی جواب نہیں آتا اس کے باوجود بھی تو اللہ اللہ کئے جاتا اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ یہ بیچارہ بڑی محبّت اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اسے ابلیس کے الفاظ سُنکر رنج ہوُا، دل میں ملال آگیا اور یہ اسی حالت میں سوگیا خواب میں اسے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے تمام ماجرا ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "تیرا اللہ کہنے کے بعد پھر اللہ کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالےٰ سبحانہٗ کی بارگاہ میں تیرا ذکر مقبول ہے اور وہ لبیک کہتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست

تیرا اللہ کہنے کے بعد اللہ کہنا یعنی ذکر اللہ میں شاغل رہنا ہی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے لبیک ہے اور تیرا نیاز، دردِ عشق اور سوزِ حق تعالےٰ کی طرف سے پیغام ہے۔

دھوکہ

بعض لوگوں کو یہ بھی دھوکہ ہوتا ہے کہ ہم گنہگار ہیں اور ہماری زبان ناپاک ہے چنانچہ اس ناپاک زبان سے کس طرح اللہ تعالےٰ کا نام لیں — عارف رومیؒ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ذکرِ حق پاک است چوں پاکی رسد
رخت بر بندد بروں آید پلید
میگریزد ضدّہا از ضدّہا
شب گریزد چوں برافروزد ضیا
چوں درآید نامِ پاک اندر دہاں
نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

ذکر حق پاک ہے جب تم اس کا ذکر کرو گے تو اس نام پاک کی پاکی تم کو بھی پاک کر دے گی اور تمہاری ناپاکی اور پلیدی اپنا لبتر باندھ کر رخصت ہو جائے گی — دیکھو! ہر ضد اپنی ضد سے بھاگ جاتی ہے چنانچہ جب دن نکلتا ہے تو رات بھاگ جاتی ہے اسی طرح ذکر کا نور جب تمہارے اندر پیدا ہوگا تو تمہاری تاریکی بھی نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں بھی حق تعالےٰ کی محبّت اور معرفت کا نور پیدا ہو جائے گا۔ یاد رکھو! جب وہ نام پاک تمہارے منہ سے نکلے گا، تو اس وقت نہ تمہاری پلیدی باقی رہے گی نہ تمہارا منہ ہی وہ رہے گا۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

لکلِ شیءٍ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ

ہر شی کے لئے ایک صیقل ہے جس سے اس پر چمک آتی ہے جیسے تانبے کے لئے قلعی اور لکڑی کے لئے پالش، اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے، یعنی قلب کے زنگ کو دور کرنے اور اس پر نور معرفت کی پالش کرنے والی چیز ذکر اللہ ہی ہے۔ اس لئے اگر ایک مردِ مومن چاہتا ہے کہ اس کے قلب میں نور معرفت اور صیقل پیدا ہو تو اُسے چاہیئے کہ مخلوق میں سے سب سے بڑے ذاکر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کثرت سے ذکر اللہ کرے کیونکہ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے علاوہ کوئی دوسرا طریق عند اللہ مقبول نہیں صرف آمنہ کے لال کا طریق ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مطلوب ہے۔ بہر حال جب ذکر الٰہی کثرت سے کیا جائے گا تو اس کی برکت سے دل کا زنگ دور اور آئینہ قلب پاک و شفاف ہو جائے گا جس طرح صاف شیشہ میں کسی چیز کا عکس پڑتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا عکس اور پرتو بھی اس کے صاف و شفاف آئینے پر پڑے گا اور قلب نور معرفت سے بھر جائے گا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر ص۴ سے آگے

نے فرمایا۔ آؤ! میں تم کو لوگوں کے دل دھونے سکھا دوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا فلاح و کامیابی پا گیا جس نے اپنا تزکیہ کیا

تزکیہ ہوتا ہے کثرت ذکر الٰہی سے اور ذکر الٰہی کا کوئی وقت مقرر نہیں چنانچہ مومنین اور متقین کی صفات کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

جنتی لوگ وہ ہیں جو ذکر اللہ کرتے ہیں۔ کھڑے، بیٹھے لیٹے، کروٹ بدلتے غرض ہمہ وقت ذکر اللہ اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اپنے دلوں میں خوف خدا پیدا کریں اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کریں اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کریں اور وقت کو غنیمت اور قیمتی سمجھیں اور جو لمحات بھی میسّر ہوں، ان کو یادِ الٰہی میں صرف کریں اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اظہار تعزیت

حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم خیر المدارس ملتان کے پوتے صغر سنی میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں ادارہ خدام الدین حضرت مولانا معصوم کے والد مولانا محمد شریف جالندھری نائب مہتمم خیر المدارس اور دیگر متعلقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس بچے کو آخرت میں والدین کی بلندئ درجات کا سبب بنائے اور اس دنیا میں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

"پیام اسلام" کا جبری التوا

حکومت مغربی پاکستان نے ایک حکم کے ذریعہ ہفت روزہ پیام اسلام لاہور کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس لئے قارئین پیام اسلام کی خدمت میں ارسال نہیں کیا جاسکتا پابندی ختم ہوتے ہی پیام اسلام پھر حاضر خدمت ہوگا۔ (مینجر ہفت روزہ "پیام اسلام" شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸)

(۲)

اسلام کا نظام سیاست و معیشت

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

اجراء قانون

مقدس مذہب اسلام میں سیاست کا مرکز عدل و انصاف ہے۔ ایسا عدل و انصاف، جو انسانوں کے عقائد امیال و میلان، عواطف اور مکاتب خیال سے بالاتر ہو، جو عام انسانی فلاح و بہبود پر مبنی ہو اور جس میں بلا تخصیص رنگ و نسل، اور ملک و قوم انسانیت کے عزت و احترام اور نجات و کامرانی ملحوظ ہو اس قسم کے عدل و انصاف کا ظہور و حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ پوری کائنات کا ایک خالق و مالک رب اور معبود تسلیم نہ کیا جائے اور اس کا اعتقاد دل و دماغ پر پورے طور پر موجود و غالب نہ ہو۔ یہ نرا اعتقاد ہی کافی نہیں جب تک الٰہی کا دیا ہوا قانون اور ضابطہ حیات موجود نہ ہو اگر ایسی ہستی اور قانون کا اعتقاد موجود نہ ہو اور کسی انسان کو باقی تمام انسانوں سے بالاتر مقید اور مقنن مان لیا جائے تو پھر انسان میں ایسا عدل و انصاف قطعاً ناممکن ہے۔

جماعتیں اور قومیں خواہ کتنی ہی نیک نیت، مخلص اور ہمدرد کیوں نہ ہوں بہر حال وہ عصبیت اور جانبداری سے خالی نہیں ہو سکتیں۔ انسان میں خود غرضی کا مادہ بھی ہے اگر خود غرض انسان مقتدر اور مقنن (قانون ساز) ہو تو وہ عقل و سیاست مکر و فن اور دلائل و تدابیر سے عدل و انصاف کو ظلم و جور، اور ظلم و جور کو عدل و انصاف بنا سکتا ہے اس خود غرضی کا علاج ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت ہے۔ ایمان کے بغیر انسان خود غرضی سے نجات نہیں پا سکتا اس لئے اسلام اپنے پیروؤں کی قوت و سیاست کو ایمان کے ماتحت اور عمل صالحہ سے مشروط رکھنا چاہتا ہے جہاں اسلام کے علمبردار ایمان و عمل صالحہ کی صحیح روح سے محروم ہوئے اور ان کی قوت و سیاست بھی دنیا کے لئے فتنہ بنی تمام مظالم و مفاسد اور تباہیوں و بربادیوں کی جڑ قوت و سیاست کا قانونِ الٰہی سے آزاد ہو جانا ہے اس لئے سیاست و مذہب، مادی و روحانی قوت اور دین و دنیا کی یکجائی اسلام کے نظام سیاست و عدالت کا طرّہ امتیاز ہے۔ اسلام انسانی کمزوریوں اور اس کی خود غرضیوں کی پوری پوری روک تھام کر کے ان کی تمام زندگی پر اپنا قبضہ و تصرف رکھتا ہے ان کی فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے ان کی عملی قوتوں کو حدود اللہ کا پابند بناتا ہے اور ان کی زندگی کو آوارہ و منتشر نہیں ہونے دیتا سارا زور اس امر پر صرف کرتا ہے کہ تم پیدائشی طور پر بندے ہو شعوری طور پر بھی بندہ ہی بنکر رہو۔ حکمران اور قانون ساز نہ ہو، جہاں انسانوں میں یہ داعیہ پیدا ہو اور تمدن و سیاست میں فساد اور بگاڑ آیا اس لئے اسلام مسلمانوں کو خیر الامم اور امت مسلمہ بنا کر قوانین الٰہیہ کے اجراء و نفاذ کی عظیم الشان خدمت ان کے سپرد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم خود ہی قانون الٰہی کی کلی طور پر پیروی کرو اور اسی چیز کی طرف دنیا والوں کو دعوت دو کہ اے لوگو! اللہ کی بندگی و اطاعت قبول کرو۔

وفات رسولؐ اور امامتِ امّت

تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو قانونِ الٰہی کو جاری کرنے کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔ ختمی مآب رسالت مآب کی وفات کے بعد اجرائے قانون الٰہی کا فریضہ امت اسلامیہ کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید نے بتلایا ہے اور ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہے، اس ارشاد میں حکومت کی اضافت عام مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے جس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ جمہور اسلام کی مِلک ہے اسی کا نام امامتِ امت ہے۔

اس بارے میں یہ چیز عجیب ہے کہ اسلام نے حکومتِ اسلامی کا جو نظام امت مسلمہ کو دیا وہ نظام دنیا کے تمام نظاموں سے الگ اور جداگانہ تھا۔ یعنی اس کے گرد و پیش کے نظاماتِ حکومت میں کہیں بھی وہ بنیادی چیزیں موجود نہ تھیں جو اسلامی نظام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسلام نے ایک باقاعدہ قانونی و جمہوری حکومت کی بنا ڈالی یہ چیز اس وقت دنیا میں کہیں بھی نہ تھی ایک بہتر سے بہتر جمہوری حکومت کے لوازم کیا ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ اسلام نے بیان کیا ہے۔ آج دنیا میں جمہوری حکومتوں کا غلغلہ ہے لیکن اسلامی حکومت کی وضاحت اور اصول و قوانین سے بہتر صحیح معنوں میں جمہوری حکومت کا کہیں نام و نشان تک نہیں اور یہ دنیا والوں کی سب سے بڑی محرومی و بدبختی ہے کہ دنیا میں قرآن و حدیث کی صورت میں بہترین نظام حکومت موجود ہے مگر عملاً اس کا کہیں بھی وجود نہیں امت مسلمہ موجود مگر اسلامی نظام حکومت مفقود، اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے

چونکہ اسلام میں حکومت اسلامیہ جمہور کی مِلک ہے اس لئے رسول کریمؐ نے اپنے بعد کسی شخص کو قانوناً اور صراحتاً اپنی جگہ نامزد نہیں فرمایا تمام ضروری اور اہم معاملات میں آپ خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ کر لیا کرتے تھے بیت المال عام مسلمانوں کا حق تھا آپ کبھی ذاتی طور پر اپنے مصرف میں نہیں لائے آپ کے بعد خلفاء کا تقرر بھی عموماً مشورہ عام سے ہوتا تھا۔ عہد نبوت اور خلافت راشدہ کے بعد طریقہ یہی ہے کہ امت مرحومہ اپنے میں سے اہل حل و عقد اور مدبرین امت اپنے افراد میں سے جس کو سب سے بہترین پائیں آزادانہ انتخاب کے ذریعہ اپنی رہنمائی کے لئے منتخب کریں اہل حل و عقد کو اسلام میں شوریٰ اور ان کے

انتخاب کردہ رہنما کو امام کہا جاتا ہے قرآنی زبان میں ان کو اولوالامر بھی کہا جاتا ہے۔

اصول یہ ہے کہ فی الواقعہ وعملاً سیاسی حکومت کی کفیل وامین ملت اسلامیہ ہے نہ کہ کوئی خاص فرد واحد، ہاں جو عمل انتخاب کنندگان اس سلسلہ میں کرتے ہیں یعنی باہمی مشورہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے متحدانہ وآزادانہ عمل سے اخلاص ونیک نیتی کے ساتھ ایک ایسی معتبر ومستند شخصیت کو منتخب کرتے ہیں جس کو وہ اس امانت کا اہل سمجھتے ہیں اگر اس انتخاب کو ذاتی خودغرضی خاندانی مفاد، قومی تعصبات، ملکی رجحانات اور نسلی غرور کو دخل ہو تو اہل حل وعقد کے مشورہ اور عوام کی رضامندی سے قانونی طور پر ایک شخص خلیفہ وامیر تو ہو جاتا ہے لیکن اسلام کا مقصود فوت ہو جاتا ہے یہ تصور اسلام کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا ہوتا ہے مذہب اسلام میں اسلامی نظام کی بنیاد تمام تر اتفاق واتحاد رائے پر ہے مگر یہ اتحاد واتفاق رائے اسلامی ہدایات وقوانین کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

ارکان شوریٰ اور کثرت رائے

اسلام میں مطلق اکثریت کوئی چیز نہیں بلکہ اصل چیز شریعت حقہ ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کثرت رائے کس طرف ہے بلکہ دیکھنے کی چیز یہ ہوتی ہے کہ خدا اور رسولؐ کا حکم کیا اور کس کی طرف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کثرت رائے غلط راستہ پر جا رہی ہو اور صرف امام ہی کی رائے صحیح ہو ایسے موقعہ پر کثرت رائے کوئی چیز نہ ہوگی اور امام کی رائے ہی پر عمل ہوگا۔

اخلاقیات اسلام کا تمام دارو مدار اس چیز پر ہے کہ فرد من حیث الفرد کیا حقیقت رکھتا ہے؟ اس کی حیثیت یہ ہے کہ وہ حدود اللہ کا پابند رہتے ہوئے آزادانہ عروج وارتقاء کا راستہ طے کرے جب تک اس کے افعال و اعمال اسلام کے خلاف نہ ہوں جماعت کو کوئی حق نہیں کہ اس کی ترقی و آزادی کا راستہ روکے ہاں جب اس کی فکری وعملی قوت آزاد ہونے لگے اور مفاد عمومی کو خطرہ لاحق ہو جائے تو پھر جماعت کو پورا پورا حق حاصل ہے اس سے آزادی کا حق چھین لے اگر چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دے اور زنا کرے تو سنگسار کردے کوئی ایسا طرز عمل اور رویہ جو فرد کے آزادانہ عروج وارتقاء کے راستہ میں حائل ہو وہ شریعت اسلامیہ اور اخلاقیات اسلام کے قطعاً خلاف ہے۔

بقیہ:- ایک مفسر قرآن ایک ولیٔ زمان

پند ونصائح اور دعائے خیر کے بعد حضرت نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی لیکن آپ کو شریک طعام ہونے کے لئے بے حد اصرار کیا گیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی شان استغناء اس دعوت طعام میں بھی شرکت فرما ہونے کے لئے رضامند نہ ہوئی، جس میں ذی علم علماء اکرام شرکت فرما چکے تھے، کارخانہ دار کی اس پرتکلف دعوت میں شیخ الحدیث اور شیخ القرآن بے تکلفی سے کھاتے پیتے رہے لیکن .... مفسر قرآن ایک سرمایہ دار کے تر نوالوں سے اپنے کام و دہن کو آلودہ کرنے پر آمادہ نہ کر سکا، اس قسم کے ان گنت اور بے شمار واقعات وحقائق سے حضرت مولانا کی تاریخ زندگی بھری پڑی ہے۔ جہاں سے اٹھا دیکھیں ایک عالم ہے۔ طوالت کے خوف سے ان تمام واقعات کو سپرد قلم کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ورنہ اگر ان تمام واقعات کو یکجا کیا جائے تو یقین ہے کہ ایک ضخیم کتاب منصۂ شہود پر آ جائے گی ـــ تاہم ایک اور واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے حضرت مولانا کی شان استغناء کھل کر نظر کے سامنے بے نقاب ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ حضرت کے ایک مرید خاص نے حضرت کو ایک کار یہ کہہ کر پیش کی کہ اس کے جملہ مصارف وہ بذات خود برداشت کرے گا۔ ظاہر ہے کہ جو عمر بھر بیکاروں کا حامی وناصر رہا اس سے کیونکہ ممکن تھا کہ وہ معشوقۂ طناز کی طرح اٹکھیلیاں کرنے والی کار کی آقائی قبول کرتا، لہٰذا آپ نے حسب عادت اس پیشکش کو بھی مسترد فرمایا۔

غرض آپ کے فضائل ومناقب کہاں تک بیان کرو، ذہن عاجز آگیا ہے۔ قلم تھک گیا ہے کاغذی پیرہن تار تار ہے اور موضوع ہے کہ برابر تشنگی محسوس کر رہا ہے

(باقی باقی)

نقد ونظر

(مشتاق حسین بخاری)

نام رسالہ:- نصیحت نامہ

تالیف:- حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب
ناشر:- مکتبہ رشیدیہ مسجد بازار میاں چنوں ملتان

"نماز کا نام اٹھک بیٹھک، روزے کا نام فاقہ، حج کا نام اضاعت مال کیا ان ناپاک الفاظ کے بعد ہمارا اسلام سے کوئی تعلق رہ جاتا ہے؟" مندرجہ الفاظ ہم نے رسالہ "نصیحت نامہ" سے نقل کئے ہیں، آج کل ہماری اکثریت دین اور آداب دین سے بے بہرہ ہے خدا اور رسولؐ اور بندوں کے حقوق سے معمولی واقفیت تک نہیں، جملہ سنن پر تمسخرانہ انداز میں اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ یہ پتہ ہی نہیں کہ ہمارے اخلاق کی اقدار کیا ہیں، ہم اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ ہے یا نہیں غرضیکہ مکمل اخلاقی اور تمدنی دیوالیہ پن ہے۔ یہ رسالہ ایسے اخلاق باختہ افراد کی اصلاح کے لئے لکھا گیا ہے آج کل تقریباً ہر انسان بر خود غلط ہوگیا ہے ادھر پند ونصیحت کا فقدان ہوگیا ہے۔ بہت کم ہمارے واعظ اور مبلغ اس فریضہ کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ ان حالات میں مندرجہ بالا رسالہ بہت مفید ہوگا، اور انشاء اللہ قارئین کی اخلاقی حالت درست کرنے کا باعث بنے گا۔

نوٹ

چٹ پر سرخ نشان × چندہ کے ختم ہونے کی دلیل ہے۔

(قسط ۲)

سُورَۃُ الصَّفّ

از امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ:- غازی خدا بخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے سمن آبادی

آیت ۴ :- اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

ترجمہ! بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے

بنیان مرصوص کا مطلب

صف باندھ کر لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رخنہ نہ آنے دیا جائے جو صف دشمن کے مقابلے میں جائے اس میں سے جتنے آدمی شہید ہوں ان کا رخنہ فوراً پُر کر دیا جائے اس طرح اپنی کمی پوری کرتی ہوئی یہ صف آگے بڑھے۔

بنیان مرصوص کی حقیقت

فوجی نظام میں یہ علوم متعارفہ کے درجے کی چیز ہے کہ جو افسر شہید ہو جائے اس کے پیچھے کا آدمی فوراً خود بخود اس کی جگہ لے لیتا ہے اس نظام کا کوئی عہدہ آخری دم تک کبھی خالی نہیں رہتا فتح اسی تنظیم کی صورت ہی میں ہو سکتی ہے بعض اوقات حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ صف میں ایک آخری آدمی باقی رہ جاتا ہے کہ وہ جاتا ہے تو فتح حاصل ہو جاتی ہے وہ ساری جماعت کی فتح شمار ہوتی ہے جب تک مرنے والوں کی جگہ زندہ لوگ سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں کسی فوجی نظام کا نام تک نہیں لینا چاہیئے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ چاہے ہم سو آدمیوں کا دستہ دشمن کے مقابلے میں بھیجیں مگر اس دستے میں جو کمی ہوتی رہے اسے پورا کرنے کا انتظام پیچھے سے ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ سو آدمیوں کا دستہ آگے بڑھتا ہوا دشمن کو شکست دے دے اس کے لئے اگر پیچھے ساری قوم تیار نہیں ہے تو وہ سو آدمیوں کا دستہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا جو لوگ اس طرح بنیان مرصوص بن کر لڑتے ہیں اللہ ان سب سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یعنی اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ ساری قوم بنیان مرصوص بن کر کام کرے

عورتیں اور فوجی خدمت

قرآن حکیم کو ماننے والی جماعت اپنے رب کی حب حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی جبر کے یہ جبری ڈیوٹی (Conscription) اپنے ذمے لے لے گی۔

مسلمانوں میں اللہ کے فضل سے اب تک یہ صلاحیت موجود ہے مگر جیسے سیاسی نظام پیدا کرنے کے میدان میں ان کے لیڈروں نے ان کو بدنام کر رکھا ہے ویسے ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علمار اور ان کے بزرگوں نے ان کو بے عزت کر دیا ہے ان کے بڑے علمار اور بڑے بزرگ سب سے زیادہ بزدل اور سب سے زیادہ عورتوں کے غلام ثابت ہوں گے (الا ماشاء اللہ) تجربہ کر کے دیکھ لو یہ عورتوں کی غلامی کا مسئلہ مولانا شہیدؒ کے زمانہ میں بھی پیش آ چکا ہے اور میں خود بھی اسے دیکھ رہا ہوں یہ لوگ عورتوں کے غلام ہیں یہ کبھی گھر سے نہ نکلیں گے۔ حضرت مولانا اسمٰعیلؒ کے خط میں ایک فقرہ آتا ہے "مد فرج زناں مشغول ہستند" (سوانح احمدیہ)

ہمارا بھی یہی تجربہ ہے ہمارے بہترین شاگردوں نے اس لئے جواب دے دیا وہ عورتوں کی غلامی سے نہ نکل سکے اس لئے ہمارے دماغ پر یہ خصوصی اثر آیا ہے کہ جب تک ہم عورتوں کو میدان میں نہ لائیں گے یہ بے ایمان مردہ طاقت حرکت میں نہیں آئے گی اس لئے ہم میدان جنگ میں آنے کے لئے مرد اور عورت کی کوئی شرط نہیں لگاتے۔ چنانچہ ہماری ہر ایک عورت اور ہر ایک لڑکی میدان میں آئے گی اور جو اس کی مخالفت کرے گا جب ہم کو نظام پر قبضہ مل گیا ہم اسے فوراً گولی سے اڑا دیں گے۔ ہم گاندھی جی کے طریق انقلاب کے داعی نہیں ہیں ہم اسی طریق انقلاب کو فقط تیاری کے لئے مفید سمجھتے ہیں جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں مفید سمجھتے تھے ہم کسی عالم کو اس مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے کہ عورتوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا اس قسم کے مخذل اور بزدلی سکھانے والے لوگ اسلامی سوسائٹی سے چن چن کر مار دینے چاہئیں

مخذلین اور مرجفین کے استیصال کی ضرورت

حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص۱۲۵ میں ہے "مخذل اور مرجف کو مجاہدین کی صف سے نکال دیا جائے"۔ پس ہم ان کو ختم کر دیں گے بلکہ ان کو قوم ہی سے نکال دیں گے انہوں نے ہماری مسجدیں منبر سنبھالے ہوئے ہیں اور مدارس پر بھی ان کی حکومت چل رہی ہے ہماری زبان سے جتنا سب و شتم نکلتا ہے اس میں ہدف یہی لوگ ہیں اور وہ بھی ہماری جماعت کے علمار

مسلمان اور فوجی خدمت

جیسے ہماری سیاسی زندگی میں یہ ایک ضروری مرحلہ ہے جسے طے کرنا پڑے گا ویسے ہی ہماری ایمانی زندگی میں قرآن حکیم کی حکمت کو سمجھ کر اس کی پابندی کرنا ضروری ہے ہم اسے قبول نہیں کر سکتے کہ جب ایک مسلمان اپنے ملک پر اپنی حکومت پیدا کرتا ہے تو وہ کس طرح اپنی ذات کو اور اپنے اہل کو جس میں اس کے لڑکے اور لڑکیاں ماں اور بیوی بھی شامل ہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ کرا سکتا ہے؟

فوجی خدمت کی وسعت

فوجی خدمت فقط یہ نہیں ہے کہ میدان میں لڑیں فوج کے متعلق کوئی سا کام پورا کرنا فوجی خدمت ہے مگر ایک چیز سب میں مشترک رہے گی اور وہ یہ کہ ہر ایک شخص شہید ہونے کے لئے تیار رہے گا اور صف اول میں رخنہ پُر کرنے والے آدمی موجود رہیں گے اس مسئلے کو حل کئے بغیر یہ کہنا کہ ہم.... ہندوستان میں اپنا مستقل نظام چاہتے ہیں پاگلوں کا کام ہے

انقلاب اور ڈپلومیسی

باقی بر ص۱۲

برائی کی مدافعت بھلائی سے کرو

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ○ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ○

پ ۲۴ سورہ حٰمٓ السجدۃ آیت ۳۴، ۳۵

ترجمہ:۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے جو اچھی ہو پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو گا گویا کہ وہ مخلص دوست ہے اور یہ بات نہیں دی جاتی مگر انہیں جو صابر ہوتے ہیں اور یہ بات نہیں دی جاتی مگر اس کو جو بڑا بخت والا ہے۔

(ملاحظہ ہو حاشیہ)

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ یعنی خوب سمجھ لو کہ نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتی دونوں کی تاثیر جدا گانہ ہے بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے لہٰذا ایک مومن قانت اور خصوصاً داعی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابل وہ طرز اختیار کرنا چاہیئے جو اس سے بہتر ہو مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری گالی کے جواب میں تہذیب وشائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی وعداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں کما قال عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ط سورۃ الممتحنہ رکوع ۲) ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں بہر حال دعوۃ الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔

بہت بڑا حوصلہ چاہیئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے یہ اخلاق اور اعلےٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے اور خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے۔

برائی کے بدلے نیکی کرنا بڑی بہادری کا کام ہے جو شخص بڑا ہی متحمل مزاج ہو وہ ایسا کر سکتا ہے ہر کہ و مہ کا یہ کام نہیں ہے اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ترک انتقام کی صفت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو تحمل کا ادنیٰ درجہ ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

برائی کا بدلہ بڑا آسان ہے اگر تم جواں مرد ہو تو بروں سے بھلا کرو۔

انسانیت کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنے تئیں صفات حمیدہ سے مزین کرے پھر اس سے بڑھ کر کمال تام یہ ہے کہ اپنی تکمیل کے بعد ناقصوں کی تکمیل کی طرف متوجہ ہو جو حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین کا پیشہ تھا۔ تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث ہوئے مخالفین نے ان کو تنگ کرنے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی لیکن وہ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا نبی بھی آیا تھا کہ لوگوں نے اس کی راہ میں کانٹوں کی بجائے پھول بچھائے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ بھی دین اسلام کی اشاعت میں جو کچھ تکالیف اٹھائیں دنیا کی تاریخ قیامت تک اس کی شہادت دیتی رہے گی۔ برائی کا دفعیہ بھلائی سے کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ بد دعا کے بدلے دعا کرو۔ کوئی سخت کلامی سے پیش آئے تو تم اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو۔ کوئی گالی دے تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو۔ یہ کمال مکارم اخلاق کی تعلیم ہے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن دوست ہو جائے گا۔ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ بدی کے مقابلہ میں جب اس سے نیکی کی جائے تو بدی کرنے والا شرمندہ ہو جاتا ہے اور احسان کرنے والے کی طرف سے نفرت محبت میں بدل جاتی ہے یہ بڑوں کا کام ہے اور وہی اس کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بڑے خوش نصیب لوگوں کو ہی یہ کمال حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں وہ دوسروں کی برائی سے متغیر و متاثر نہیں ہوتے ان کے اخلاق حمیدہ اور انسانی ہمدردی کے پہاڑ کو برائی کی ہوا ہلا بھی نہیں سکتی۔ لیکن یہ خوبی ہر ایک کو حاصل نہیں ہو سکتی کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است جنگ

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دوسروں کی رائے کے تابع نہ رہو تم کہتے ہو کہ لوگ ہم پر احسان کریں گے تو ہم بھی ان سے احسان کریں گے اور اگر ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے یہ نہیں چاہیئے بلکہ اپنے دلوں کو برقرار رکھو اگر لوگ تم احسان کریں تو تم بھی ان پر احسان کرو اور اگر برائی کریں تو ظلم نہ کرو۔

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ کو بتاؤں کہ اہل دنیا اور آخرت کے اخلاق میں سے سب سے بڑھ کر اخلاق کیا ہیں وہ یہ ہیں کہ جو شخص تجھ سے قطع کرے تو اس سے مل

اور جو شخص تجھے محروم کرے تو اُسے دے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے بخش دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ خدایا تیرے بندوں میں سے کونسا بندہ تجھے عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بندہ جو بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو اور پھر معاف کر دے اور فرمایا جس نے ظالم کے لئے بددعا کی وہ اپنا بدلہ لے چکا۔

دعوت الی اللہ کی تعلیم

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (پ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور ہدایت یافتہ کو بھی خوب جانتا ہے

حاشیہ شیخ الاسلام
حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اس سے پہلی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور حنیف ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چلو ادع الیٰ سبیل ربک الخ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہیئے اس کے تین طریقے تبلائے حکمت، موعظت حسنہ جدال بالتی ھی احسن حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سنکر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی اور دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔

موعظت حسنہ مؤثر اور رقت آمیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو اخلاص ہمدردی شفقت اور حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے ...دل موم ہو جاتے ہیں مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں ایک مایوس و پژمردہ قوم... جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سنکر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے بھی ممکن نہیں ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے۔ جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدول بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لئے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فرما دیا کہ ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ تہذیب شائستگی حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دلخواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔ مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہیئے۔ خشونت بد اخلاقی سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہیئے اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہ مانا نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہ راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کرے گا۔

سبیل رب وہ ہے جس سے اس تک رسائی ہو جائے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وہ سبیل صرف اسلام ہی ہے اسی کی طرف بلانے کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں بتلائی ہیں — دعوت بالحکمۃ دعوت بالموعظت الحسنۃ اور مجادلہ۔ یعنی ایک قسم تو دعوت کی یہ ہے کہ حکمت کے ساتھ کی جائے دوسری قسم یہ ہے کہ موعظۂ حسنہ کے ساتھ دعوت کی جائے اور تیسری یہ کہ ضرورت پیش آ جائے تو مجادلہ بھی کیا جائے اور مجادلہ یہ ہے کہ مخالف کے دعویٰ کو باطل کیا جائے چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ شفقت بہت زیادہ ہے اس لئے موعظہ حسنہ بھی دعوت کا ایک طریق تبلا دیا۔ ناصح دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو ضابطہ کے ساتھ نصیحت کرنے والا وہ تو صرف ضابطہ کی خانہ پُری کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ ناصح جس کو سامعین پر شفقت بھی ہے ایک کا کام تو منادی کا حکم سنانا ہے اور دوسرا باپ کا نصیحت کرنا ہے دونوں میں بڑا فرق ہے منادی کا کام تو ضابطہ کا ہے صرف حکم پہنچانا اس کا فرض منصبی ہے کوئی مانے یا نہ مانے اس سے کوئی بحث نہیں اور باپ صرف سنانے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کی شفقت اس بات کی بھی مقتضی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی صورت سے اس کا بیٹا اس کی نصیحت کو مان لے۔

چنانچہ اس کو سمجھاتا ہے کڑھتا ہے دل سے خود بھی دعا کرتا ہے اوروں سے بھی دعا کراتا ہے تو دیکھئے دونوں میں کتنا فرق ہے۔ صرف شریعت کے احکام کی منادی کرنے سے کوئی ان پر عمل کرے یا نہ کرے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت سے بڑی شفقت، بردباری اور تحمل کی ضرورت ہے سامعین کو شفقت اور نرمی سے سمجھایئے اگر وہ تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر سخت کلامی سے پیش نہ آیئے صبر کیجئے اور قطع تعلق نہ کیجئے تعلق قطع کرنے سے آپ کے اور ان کے درمیان کشیدگی بڑھ جائے گی اور وہ شریعت سے متنفر ہو جائیں گے داعی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی سخت بات بھی کہہ دے تو نرمی سے جواب دے اور حسن خلق سے پیش آئے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کسی نہ کسی طریقہ سے سمجھاتا رہے اور اس طرز عمل سے سخت سے سخت بے دین بھی کبھی نہ کبھی دن راہ راست پر آ جائے گا اگر وہ کسی صورت میں بھی ماننے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو پھر اس کا معاملہ خدا کے سپرد کر دو۔ لیکن فوراً ہی قطع تعلق کر لینا کوئی بہادری نہیں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص بھی خلائق کی ہدایت پر کمر باندھ کر میدان میں نکلتا

ہے اور ان کو ان کے آبائی مذہب اور رسوم و عادات موروثیہ سے منع کرتا ہے تو لوگ اسکے اور اسکے اعوان و انصار کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں ہاتھ سے اور زبان سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اس لئے بڑی شفقت اور نرمی سے امر بالمعروف کی ضرورت ہے سختی درشتی اور قطع تعلق سے دعوت الی اللہ کا مقصد حل نہیں ہوتا۔

صلاح و تقویٰ پر کاربند ہونے اور دوسروں کے نیک سلوک کرنے کی ایسی روشن ہدایتوں کے ساتھ جو کلام الٰہی اور فرامین رسالت پناہی میں بکثرت مذکور ہیں مسلمانوں پر ایک فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ اوروں کو بھی ایسے عقائد اور اعمال پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں مگر شرط یہ کی گئی ہے کہ پوری دانائی اور حسن تدبیر کے ساتھ نصیحت کی جائے اور بحث و تکرار پیدا ہو تو سخت کلامی کا جواب نرمی سے دیں تاکہ غصے کی بجائے محبت اور عداوت کی بجائے دوستی پیدا ہو جائے۔

قوی وہ ہے جو اپنے غصہ پر غالب ہو

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

(پ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۴)

ترجمہ! اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

غصہ کا پی جانا بڑا کمال ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کی ... زیادتیوں اور غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ رسول اللہ صلےٰ اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص غصہ کو پی جائے حق تعالےٰ اپنا عذاب اس سے اٹھا لیتا ہے اور جو شخص اپنا عذر رب العلمین کی درگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔ اگر انسان غصہ پر غالب آجائے اور غصہ کو شریعت کی تعلیم کے موافق استعمال کرے تو جذبۂ انتقام مدھم پڑ جاتا ہے پھر بدی کے بدلہ میں بھلائی کرنی آسان ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص قوی اور پہلوان نہیں ہے جو پچھاڑے لوگوں کو ——— قوی اور پہلوان حقیقت میں وہ شخص ہے جو مالک ہو اپنے نفس کا غصہ کے وقت نفس کو مارنے کے مقابلہ میں آدمی کا پچھاڑنا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مردی نہ زور بازو دانی نہ زور کتف
با نفس اگر برآئی دانم کہ شاطری

بقیہ: سورۃ الصّف صد سے آگے

ہم ان عقلمندوں کی صف میں جانا گوارا نہیں کرتے جنہوں نے اپنی مجبوریوں سے مضطر ہو کر اپنے آپ کو پاگل بنا رکھا ہے انقلاب اور اس کی روح اس سے انکار کرتی ہے اور اپنے حقیقی فکر کو چالاکیوں سے چھپایا جائے حکومت پیدا کرنے کے بعد بے شک ڈپلومیٹنگ سروس برداشت کرنی پڑے گی مگر حکومت پیدا کرنے والی ایک انقلابی پارٹی ڈپلومیسی استعمال نہیں کر سکتی اسے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھنا چاہئیے

آیت نمبر ۵:- وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ط فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥

ترجمہ! اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ نا فرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں جس مکالمے کا ذکر ہے اس کا تفصیلی ذکر تورات میں موجود ہے حضرت موسےٰ ؑ دو آدمی جاسوسوں کے طور پر دشمنوں میں بھیجنا چاہتے تھے ان لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا ـــ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ٥ (مائدہ: ۲۴) یہ ہے وہ ایذا جس کی طرف موسےٰ ؑ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے (دیکھو ہماری تفسیر ہے) ہوا یہ کہ موسےٰ ؑ کے حکم سے دوسرے دو آدمی کھڑے ہو گئے اور وہ دشمن کے کیمپ کی خبریں لے کر زندہ واپس آ گئے جو لوگ بیٹھ رہے تھے انہوں نے موسیٰ ؑ پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ ہمیں قتل کرانا چاہتے ہیں جب وہ جاسوس زندہ واپس آ گئے تو اللہ نے موسےٰ کو اس الزام سے بری کر دیا وہ دو آدمی قتل نہ ہوئے موسےٰ ؑ اس الزام سے بری ہو گئے۔ یہ ترجمہ ہے اس آیت کا، کہ یا ایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ٥

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

جہاد سے انکار کا انجام

جب وہ پھر گئے (یعنی جہاد میں آگے بڑھنے سے) تو اللہ تعالےٰ نے ان کے دل پھیر دیئے (بات سمجھنے سے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥

یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر آیت نمبر ۵ میں آیا ہے یہی الفاظ سورۃ المائدہ میں آئے ہیں جہاں یہ الفاظ ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ٥

مسلمانوں کے لئے درس عبرت

یہودیوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ جہاد کے مسئلے میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں ورنہ وہ بھی قرآن حکیم کی سمجھ سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

(قسط ۸)

ایک مفسرِ قرآن - ایک ولیٔ زمان

چودھری محمد یوسف صاحب ایم اے

گذشتہ مضمون میں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فقر و استغناء پر اجمالاً تبصرہ کیا جا چکا ہے — لیکن یہ ایک ایسا موضوعِ سخن ہے جس میں قوسِ قزح کی نرماہٹ اور اس کا گداز پایا جاتا ہے۔ بارہا کی طبع آزمائی اور قلم فرسائی کے باوجود عجزِ قلم کو بے اختیار کہنا پڑتا ہے

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بلاشبہ یہ ایک ایسا موضوعِ سخن ہے جس کی تشنگی کو قرار نہیں آ سکتا۔ حضرت مولانا تاحینِ حیات فقر و استغناء کی دولت لازوال سے مالا مال رہے اگر سچ پوچھیں تو اسی جوہرِ کامل نے آپ کے نورِ ولایت کو جگمگایا۔ اور اسی کی بدولت آپ رح ولیٔ زماں کے منصبِ جلیلہ پر فائزِ مرام ہوئے۔ فقر و استغناء بظاہر تو بڑے ہی سادہ الفاظ ہیں، لیکن ذرا ان الفاظ کی سادگی میں جذب ہو کر دیکھیں تو یقین ہے آپ کو ایک جہانِ معنی آباد نظر آئے گا، تاریخ کے مرور میں صلحاء و اولیاء اور اتقیاء کا وجودِ گرامی منظرِ عام پر آتا رہا۔ لیکن کوئی بھی ایسا صاحبِ ولایت نظر نہیں آتا جو فقر و استغناء کی دولت بے پناہ سے عاری ہو یا تہی داماں ہو یہ ایک ایسا گوہرِ نایاب ہے جس کا شاہوں کے خزینوں میں بھی دستیاب ہونا ممکن نہیں۔ لیکن یہ خصوصیت حضرت مولانا کے ہاں بدرجۂ اتم موجود ہے آپ صاحب زادوں، نواب زادوں، امیر زادوں کی مجالس میں شرکت فرمانے سے برابر کنی کتراتے رہے ان کے مقابل میں کسی بڑھئی یا جولاہے کی دعوت میں شریک ہونا اپنے لئے باعثِ صد افتخار سمجھتے تھے۔ نواب مظفر خاں مرحوم ایک مدت سے اس خواہش کو جذبات کی آغوش میں پال پوس کر جوان کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح حضرت مولانا کی میزبانی کا شرف نصیب ہو

لیکن سوئے قسمت سے جب امید کے بر آنے کا وقت آیا۔ تو امید کا یہ چراغ بھی کسی بڑھئی کی پُر خلوص پھونکوں نے بجھا دیا۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک اور خصوصیت کا ذکر محلِ نظر ہے بلکہ اس خصوصیت کے بیان سے آپ کی شخصیت کے چھپے ہوئے نقوش واضح طور پر ابھر کر نظر کے سامنے آ جائیں گے اور آپ کو حضرت مولانا کے سمجھنے میں کافی سے زیادہ مدد ملے گی۔ وہ نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کسی بھی جلسہ یا کانفرنس میں شرکت کے لئے منتظمین جلسہ سے ایک پائی تک قبول کرنا کسرِ شان سمجھتے تھے۔ قارئین یقین جانیں، کہ جب مجھے اس حقیقت حال کا علم ہوا تو میرا دل فرطِ مسرت سے بلیوں اچھلنے لگا کیونکہ اس گئے گزرے دور میں اس قسم کے علماءِ حق کا وجودِ گرامی انتہائی غنیمت ہے۔ لیکن کیا کروں ان ساری معلومات کے باوجود بھی یقین کے چہرے پر شک و اشتباہ کا گہرا پرتو نظر آتا دکھائی دینے لگا۔ فہم و شعور برابر اس حقیقت کی تکذیب کرتے رہے کیونکہ خود غرضوں اور ہوس پرستوں کی اس دنیا میں اس قسم کی حقیقت خواب و خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ غرض خیالات کی ندیا کچھ ایسے ہی نشیب و فراز سے گزرتی چلی گئی۔ اس غیر محکم یقین کا وجود صرف اس بدگمانی کی نذر کرتا ہوں۔ جو آج کے علماءِ سوء کے طرزِ عمل کا شدید ردِ عمل ہے۔ ہمارے ہاں ایسے علماء کی کمی نہیں جو کسی بھی جلسہ میں شریک ہونے سے قبل اپنی فیس طے نہ کر لیتے ہوں بلکہ بعض مذہبی عیاش تو اس قسم کے ہیں کہ وہ فیس کے ساتھ ساتھ خورد و نوش اور آب و طعام کا معاملہ بھی چکا لیتے ہیں یعنی ان کے کام و دہن کو قورمہ، پلاؤ، بریانی زردہ اور حلوہ سے سروکار رہے۔ کیونکہ زردہ اور حلوہ میں انہیں جلوۂ خدا نظر آتا ہے۔ لیکن ان شرعی کارداروں اور مذہبی ایکٹروں سے کوئی پوچھے کہ کیا پیغمبرِ انسانیت عوام سے فیس لے کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہمیں تو صرف اس قدر معلوم ہے کہ رسولِ ہاشمی صلعم گالیاں سن کر اور لہولہان ہو کر تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دیتے تھے اور اگر فدک کا رئیس چار اونٹوں پر سامان لاد کر بھیجتا ہے تو پیغمبرِ اسلام اس وقت تک گھر کی چار دیواری میں قدم رکھنا شانِ رسالت کے خلاف ایک زبردست سازش سمجھتا ہے۔ جب تک کہ اُسے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم نہیں کر پاتا ہمیں یاد پڑتا ہے کہ ہادیٔ اسلام اس وقت گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک کہ عمر فاروق نے حاضرِ خدمت ہو کر یہ اطلاع دی کہ رئیس فدک کا بھیجا ہوا تمام مال و منال رہِ خدا میں تقسیم ہو چکا ہے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ محبوبِ خدا صلعم کے ہاں کئی دن تک چولھے کی تہ سے دھواں اٹھتا دکھائی نہ دیا۔ اگر وفاداروں نے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہے تو غمخوارِ اُمت نے پیٹ پر دو پتھروں کا بوجھ اٹھا رکھا ہے کیا یہ سچے واقعات و حقائق نہیں ہیں کیا کسی عالمِ دین کو ان واقعات کی حقانیت پر شبہ ہے اگر نہیں تو پھر کیا بات ہے کہ آج کا مولوی ننگِ مسلمانی نظر آتا ہے کیا مفتیانِ دین سرکاری بتا سکتے ہیں کہ صحابۂ رسول کا طرزِ عمل کیا تھا۔ کیا وہ فقیروں کا بھیس بدل کر دریوزہ گری کرتے تھے جس طرح آج کے گداگر مولوی کشکولِ گدائی دراز کرتے دکھائی دیتے ہیں ہماری معلومات کی زبان ہمیں تو یہ بتاتی ہے کہ پیغمبرِ خدا ہر قسم کے سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر اشاعتِ اسلام کے فریضہ سے عہدہ برا ہوتے رہے اس کوشش میں آپ کو بے محابا خطرات سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن اللہ کا رسول نہایت پامردی سے حالات کا مقابلہ فرماتے رہے آپ کے گلوئے مبارک کو چادر کے مروڑ سے زخمی کیا گیا۔ بے تحاشا گالیاں دی گئیں فرقِ مبارک پر غلاظت کا انبار پھینکا گیا۔ مجنون اور پاگل کے روح فرسا خطابات سے نوازا گیا۔ روحِ رسالت پکار اٹھی کہ جس قدر مصائب و آلام کا ہجوم فرقِ رسالت پر آن پڑا ہے اتنا بوجھ اگر پہاڑ پر بھی پڑتا

تو یقیناً پہاڑ بھی اپنی سختی اور سنگینی ترک کر دیتا۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ پہاڑ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ ان ساری باتوں کے باوجود ہادیٔ عالم کسی کو مورد احسان نہیں ٹھہراتے بلکہ زبان رسالت پر بیان خداوندی اس طرح سنائی دیتا ہے "اے لوگو! میرا اجر تمہارے پاس نہیں بلکہ اللہ کے ہاں ہے۔ وہی میرا منعم حقیقی ہے، وہی اچھا کارساز ہے اس سے بہتر بدلہ دینے والا کوئی نہیں"، یہ تھا طرزِ عمل پیغمبر انسانیت کا۔ اب آیئے صحابہؓ کبار کے طریقہ کار کی طرف ہمیں دنیا کا کوئی مفکر کوئی مدبر کوئی مفسر یہ بتانے کا حوصلہ نہیں رکھتا کہ پیغمبر کے صحابہؓ رسول گرامی کی مقرر کردہ حدود سے متجاوز ہوئے ہوں۔ یا یہ کہ انہوں نے ذاتی مفاد اور مالی منفعتوں کے تحت تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا ہو۔ صحابہؓ کے طرزِ عمل کے بارے میں جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم اس قدر جانتے ہیں، کہ اکثر صحابۂ رسول دائرہ اسلام میں آنے سے قبل اپنے علاقہ کے رئیس تھے۔ لیکن حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد تن کو ڈھانپنے کے لئے چادر کا گوشہ تک میسر نہیں اور پیٹ کو بھرنے کے لئے نانِ جویں کا ٹکڑا تک بھی موجود نہیں ابوبکر صدیق رضؓ کو دیکھو جس نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں لٹا دی۔ رسول ہاشمیؐ کی آنکھ کے ایک اشارے پر سارا خزانہ پانی کی طرح بہا دیا۔ فاروق رضؓ گھر کا آدھا اثاثہ لا رہا ہے تو صدیقؓ سارا گھر اٹھا کر بارگاہِ رسالت میں پیش کرتا ہے۔ پوچھا کہ میرے صدیق! کچھ گھر بھی چھوڑ آئے ہو یوں عرض کناں ہوئے حضور! گھر میں اللہ اور اللہ کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں" لیکن ان مذہبی بیوپاریوں کو کیا کہیں جو دینِ مصطفویؐ کے چہرۂ گلگوں کی آب و تاب فروخت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے ؎

مجھ کو تو سکھلا دی ہے فرنگ نے زندیقی
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی،

اگر آپ ان نام نہاد واعظوں کا علمی گریبان چاک کریں تو اس میں بدنما دھبوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آئے گا یقیناً یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہیں مجلس میں بیٹھنے کا سلیقہ نہیں۔ بات کرنے کا ڈھنگ نہیں اور قلم کو قط لگانے کا شعور تک نہیں۔ لیکن بزعم خود یہ سب کچھ ہیں اور مذہبی سٹیجوں پر بلا کے اداکار ہوتے ہیں۔ زلفیں فضا میں لہرا کر اور منہ میں جھاگ چھوڑ کر کچھ اس انداز سے خوش گلوئی کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے تان سین کی روح ان کی روح میں حلول کر گئی ہو۔ بد قسمتی سے ان کا سارا زورِ علم دماغ کی بجائے گلے میں آ موجود ہوتا ہے گویا یہ لوگ اچھے خاصے قوال ہوتے ہیں جیسے عوام کی جہالت نے علامہ یا خطیب اعظم کی مسند پر لا بٹھاتی ہے۔ ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ تقسیم سے قبل جو قوال محفلوں میں طبلے کی تھاپ پر رقص کناں ہوتے تھے آج وہی قوال پاکستان کے خطیب اعظم قرار پا گئے تاہم ایک بات ضرور ہے کہ اس قسم کے بہروپیوں کا بہروپ بہت جلد واضح ہو جاتا ہے اور انہیں پہچاننے میں کسی بھی مدت کی ضرورت نہیں ہوتی بشرطیکہ انسان خدا کی دی ہوئی عقل سے تھوڑا سا کام لے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مرورِ زمانہ اور امتدادِ روزگار کے ساتھ ساتھ علماء سوء کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور علماء ربانی کا وجود اب کسی کوہِ گراں کا سینہ چاک کر کے جوئے شیر بہانے کے مترادف ہو گیا ہے اگرچہ آج کا سربد تہذیب تیز گفتار اپنے آپ کو دنیا جہاں کا سب سے بڑا عالم ربانی گردانتا ہے ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

مجھے امید ہے کہ قارئین کرام میرے اس نظریہ کی سو فیصد تائید کریں گے کہ آج کے پڑھے لکھے طبقہ کی مذہب سے بیگانگی یقیناً اس قسم کے دین فروش مولویوں کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے اور بالآخر یہ کہنا ہی پڑتا ہے

؎ تری نماز بے حضور تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ استغناء نرالی تھی۔ یہی شان آپ کو دوسروں سے ممیز کرتی ہے اور عقیدت آپ کی بارگاہِ عظمت میں جھک کر سلام عرض کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ یہی شانِ دلربا آپ کو دوسروں سے ممتاز اور منفرد کر دیتی ہے اور ہمیں بجا طور پر حضرت مولانا کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے آپؒ کو خواہشات نفسانی کی تقلید سے کوئی ...... سروکار نہ تھا بلکہ دنیا کی ہر خواہش یہاں سرنگوں نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ آزاد منش انسانوں کی دنیا میں بالکل مختلف اور جدا ہوتی ہیں۔ یہاں حرص و آز اور خوف و ہراس کا بسیرا نہیں، بلکہ خلوص و صدق اور مہر و وفا اس منڈی کی متاعِ عزیز ہے یہی سبب ہے کہ حضرت لاہوری رحؒ نے کسی جلسہ یا کانفرنس میں شرکت کے لئے کبھی کوئی رقم قبول نہیں کی اور بلا معاوضہ خدمت دین کے لئے دور دراز علاقوں تک کا سفر کرنے میں کوئی احتراز نہ کیا۔ ایک دفعہ نواب محمد حیات قریشی آف سرگودھا نے آپ کو دعوتِ تبلیغ دی، آپ نے اس شرط پر قبول فرمایا کہ "میرے قیام و طعام کے جملہ لوازمات سے آپ بے فکر رہیں" چنانچہ آپ سرگودھا میں تبلیغ اسلام کی غرض سے تشریف لے گئے۔ رات مسجد میں قیام فرماتے اور مسجد میں خشک روٹیاں استعمال میں لاتے جو گھر سے پکوا کر لے گئے تھے اسی طرح حضرت ایک بار ریاست سوات میں تبلیغ اسلام کی غرض سے تشریف لے گئے اپنے ہمراہ میٹھی روٹیاں پکوا کر لے گئے مگر اتفاقاً ڈاڑھوں میں درد شروع ہو گیا۔ جس سے روٹی کھانا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ دن تک صرف دو پیسے کے ٹماٹر پر گذارہ کرتے رہے۔

اس ضمن میں ایک اور واقعہ سن لیجئے کہتے ہیں ایک بار حضرت بہاولپور تشریف لے گئے تاکہ اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ گلی گلی اور قریہ قریہ پہنچے لیکن آپ کی شانِ استغناء نے آپ کو کسی کے ہاں فروکش نہ ہونے دیا جب بھوک زیادہ ستاتی تو بھنے ہوئے چنے گڑ کے ہمراہ کھا لیتے، اور اس طور شب و روز بسر ہوتے، حضرت کی شانِ استغناء کبھی اور ہرگز کبھی کسی امارت کدہ پر خمیدہ نہ ہوئی آپ بالکل ٹھیک فرماتے تھے، کہ احمد علی کے ٹوٹے ہوئے جوتا کی توہین ہے کہ وہ امیروں کے دروازے پر کسی ذاتی غرض کے تحت چل کر جائے؟ بلاشبہ آپ تاحینِ حیات اسی اصول کی راہ پر گامزن رہے، اور دنیا کا کوئی لالچ آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ گوجرانوالہ کے ایک ثقہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہاں کے ایک متمول کارخانہ دار نے آپ کو مدعو کیا۔ اس دعوت میں گوجرانوالہ کے جید علماء شریک تھے۔ جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل کا نام نامی اور اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ حضرت لاہوریؒ بھی حسب وعدہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے، ضروری

باقی پر صـ۱۲

پھر اشکوں سے کچھ شرح جذبات ہوتی

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی — پھر اشکوں سے کچھ شرح جذبات ہوتی
دمِ دید پھر جلوۂ نو بہ نو سے — مرے چشم و دل کی مدارات ہوتی
مدینے کی پر نور دلکش فضائیں — نظر محوِ دیدِ مقامات ہوتی
ادھر جلوہ گر قبۂ نور ہوتا — دل افروز ادھر چاندنی رات ہوتی
مدینہ کے احباب ہمراہ ہوتے — شبِ ماہ میں سیرِ باغات ہوتی
نظر مستِ صہبائے دیدار رہتی! — زباں وقفِ حرف و حکایات ہوتی
خبر کچھ نہ رہتی زمین و زماں کی — وہ محویتِ خاص دن رات ہوتی
پہنچ جاتیں پائینِ اقدس کی جانب — یہی آرزو اکثر اوقات ہوتی
تصور میں وہ مصحفِ پاک ہوتا — نگاہوں میں تنویرِ آیات ہوتی
دعاؤں میں جامیؒ کے اشعار پڑھتے — نظامیؒ کی لب پر مناجات ہوتی
ادھر چشمِ پرنم سے آنسو ٹپکتے — ادھر رحمتِ حق کی برسات ہوتی
ادب مانعِ عرضِ اظہار ہوتا — نظر ترجمانِ خیالات ہوتی
فرشتے جسے سن کے آمین کہتے — اک ایسی دعا بعض اوقات ہوتی
لبِ شوق سے گو نہ اظہار ہوتا — مگر دل کو محسوس ہر بات ہوتی
بہت دن غمِ ہجرِ طیبہ میں گزرے — بس اب کچھ تلافیٔ ما فات ہوتی

امِتنی بہٰذا البلد یا الٰہی
دعا یہ حمید اپنی دن رات ہوتی

محمد شفیع عمر الدین دیھٹ

بڑھی ہوئی نظر آئیں گی لیکن اس قانون میں تبدیلی نہیں ہو سکتی (فالصلحت الخ) شریف عورتیں مردوں کی فرمانبردار رہیں گی، اور مردوں کی غیر حاضری میں ان کی عزت کو ملحوظ رکھیں گی اس حفاظت کرنے میں خدا تعالیٰ انہیں پوری امداد دے گا۔"

گھر والوں کو دین سکھانا

حدیث! كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى بَيْتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

(ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ عن ابن عمرؓ)

ترجمہ! تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھ ہوگی اور امیر بھی حاکم ہے، اور مرد اپنے گھر والوں کا حاکم ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

فائدہ

بادشاہ سب ملک پر حاکم ہے تو اپنی تمام رعیت سے پوچھا جائے گا کہ انصاف کیا یا ظلم اور مرد اپنے گھر اور جورو پر حاکم ہے، تو بھی پوچھا جائے گا کہ اس نے نیک کام سکھایا اور گناہ سے روکا ہے یا نہیں اور جورو اپنے خاوند کے مال اور گھر کی حاکم ہے تو وہ بھی پوچھی جائے گی کہ اس نے اس کی خیر خواہی اور مال کی حفاظت کی یا نہیں، اسی طرح غلام اور نوکر بھی پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنے میاں اور آقا کی خیر خواہی اور اس کے مال کی حفاظت کی یا نہیں۔ غرض کہ ہر شخص اپنے زیر دست اور اپنے قابو والی چیز سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تو نے باوجود قدرت کے قابو کے اس کا حق کیوں ادا نہ کیا۔ اس طرح کا سوال صرف بادشاہی پر موقوف نہیں (مشارق الانوار صفحہ ۵۲)

وہ کونسا حق ہے جس کے بارے میں ہر حاکم کو قیامت کے دن سوال ہوگا اس کی نشاندہی حضرت امام بخاری رحمتہ اس حدیث شریف کو بیان کرنے سے قبل یوں باب مقرر کر کے کی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم آیت ۶)

ترجمہ! اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

حاصل

یہ نکلا کہ گھر کی مالکہ کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو شریعت کا علم سکھائے۔ اور اس پر عمل بھی خود کرے اور انہیں کرائے

فرعون کی بیوی

نیک بی بیوں کو چاہیئے کہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ کے واقعہ پر غور کریں۔ جو نیک بخت تھیں اور اپنے نیک اعمال کے باعث جنت میں جائیں گی۔ انہیں چاہیئے کہ اس واقعہ کو اپنا لائحہ عمل بنائیں اور ایمان اور اعمال صالح پر پختگی کے ساتھ جمی رہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (التحریم آیت ۱۱)

ترجمہ! اور اللہ ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جب اس نے کہا اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا۔ اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

فرعون بڑا سرکش اور ظالم بادشاہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مصر کی حکومت عطا فرمائی تھی مگر اس سیاہ بخت نے ملک میں فساد پھیلایا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی نہ کی، اور سرکشی میں اتنا دور چلا گیا کہ رب السموات والارض کو بھول گیا۔ اور عارضی طاقت اور حکومت کے نشے میں بول اٹھا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى

(النزعت آیت ۲۴)

ترجمہ! میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

مگر

اس کے کفر نے اس کی بیوی حضرت آسیہ رضؓ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ آپ حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہیں فرعون نے آپ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں انہیں دھوپ میں کھڑا رکھتا۔ پتھر کی چٹانیں آپ پر رکھتا۔ مگر آپ ایمان پر قائم رہیں طرح طرح کے عذاب دے کر فرعون نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ مگر آپ آخری دم تک ایمان پر محکم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا، اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے، اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں قبول فرمائیں اور آپ ایمان کی دولت لے کر اس جہان سے رخصت ہوئیں

عورتوں کی کامیابی کا دستور العمل

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا:۔

(۱) اول اپنے عقائد فرقہ اہل سنت و الجماعت (جو نجات پانے والی جماعت ہے) کے عقائد کے موافق صحیح کریں اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

(۲) عقائد درست کرنے کے بعد فقہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ شریعت میں جن امور کے بجالانے کا حکم ہے ان کے بجا لائے بغیر کوئی چارہ نہیں اور جن امور سے روکا گیا ہے ان سے رکے بغیر گزارہ نہیں۔

(۳) پنجگانہ فرض نمازیں سب شرطیں اور ارکان بجا کر پڑھتے رہنا چاہیئے۔ اس میں کسی طرح کی سستی اور نقص کو دخل انداز نہ ہونے دیں۔

(۴) جب زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے جتنا مال میسر ہو تو زکوٰۃ ادا کئے بغیر چارہ نہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو زیورات کی زکوٰۃ دینے کا بھی حکم صادر فرمایا ہے

(۵) اپنا وقت لہو ولعب (کھیل تماشوں) میں صرف نہ کریں اور قیمتی عمر کو فضول باتوں یا کاموں میں نہ کھپائیں۔ شریعت میں منع کی ہوئی باتوں کے قریب نہ جائیں ان سے بچنا عین فرض ہے

(۶) گانے بجانے کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ ان کی لذتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ وہ زہر ہے جو شہد میں ڈالا گیا ہے یا وہ زہر ہے جو شکر میں ملایا گیا ہے یعنی ظاہر میں مٹھاس ہے مگر نتیجہ اس کا ہلاکت ہے۔

(۷) دوسروں کی غیبت اور عیب جوئی نہ کریں۔ کیونکہ ان دو برائیوں کے بارے میں

بقیہ:- نیک بی بیاں

شریعت میں وعیدیں آئی ہیں

(۸) جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے بھی ضروری بچنا چاہیئے کیونکہ یہ دو برائیاں سب دینوں میں حرام ہیں۔ اور ان برائیوں میں گرفتار ہونے والے کے لئے شرع میں وعیدیں آئی ہیں۔

(۹) لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا، ان کے گناہوں کو چھپانا، ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا اور معاف کر دینا یہ بلند حوصلہ امور ہیں۔

(۱۰) ماتحتوں اور غلاموں پر شفقت اور رحم کرنا چاہیئے اور ان کی خطاؤں پر گرفت نہ کرنی چاہیئے اور کسی وجہ یا بلا وجہ ان کو مارنا، یا گالی دینا یا تکلیف پہنچانا نامناسب اور برا ہے۔ اپنی خطاؤں پر نظر کریں جو ہر وقت ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے باعث جلدی ہماری گرفت نہیں کرتا اور روزی بند نہیں کرتا۔

(۱۱) عقائد درست کرنے کے بعد، اور فقہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے بعد اپنا باقی وقت اللہ تعالےٰ کی یاد میں صرف کرنا چاہیئے اور جس طرح اللہ اللہ کرنا سیکھا ہو اس طرح کرنا چاہیئے اور جو چیز ذکر واذکار میں رکاوٹ ڈالے اسے اپنی جان کا دشمن سمجھیں اس سے بچنا ضروری ہے

(از مکتوب ۲۴ دفتر سوم)

عورت کو جنت میں لے جانے والا عمل

حدیث! اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ خَمْسَہَا وَصَامَتْ شَہْرَہَا وَحَفِظَتْ فَرْجَہَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَہَا دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ" (الجامع الصغیر ص۳۸)

ترجمہ! جب عورت پنجگانہ فرض نماز پڑھے اور وہ ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت (حرام سے) رکھے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو وہ جنت میں جائے گی

اللہ تعالےٰ کرے کہ سب مسلمان عورتیں اس حکم پر عمل کر کے جنت کی حقدار بنیں (آمین)

جانشین شیخ التفسیر

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کا

سندھ کا پروگرام

۱۲ جون بروز جمعہ سندھ (کراچی) ایکسپریس سے سوار ہوکر ۱۳ر جون بروز ہفتہ لبریا روڈ اسٹیشن پر گاڑی سے اتریں گے

۱۳ جون بروز ہفتہ کنڈیارو تشریف لے جائیں گے

۱۴ جون اتوار کندیارو میں قیام فرمائیں گے

۱۵ر جون سوموار صبح خانواہن تشریف لے جائیں گے

۱۶ جون منگل صبح خانواہن سے پڈعیدن روانہ ہوں گے۔

۱۷ جون بدھ نواب شاہ تشریف لے جائیں گے اور رات وہیں قیام فرمائیں گے۔

۱۸ر جون جمعرات کو نواب شاہ سے روانہ ہوکر جمعہ کی رات کو شاہ پور جاکر تشریف لے جائیں گے۔

۱۹ جون جمعہ کو شاہپور جاکر لاہوری محلہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے

۲۰ر جون ہفتہ کو مدرسہ قاسم العلوم سانگھڑ میں قیام فرمائیں گے۔ اتوار کی رات اور دن وہیں ٹھہریں گے

۲۱ جون اتوار کی شام کو شہداد پور تشریف لے جائیں گے۔ وہاں مدرسہ حسینیہ میں قیام فرمائیں گے

۲۲ جون سوموار کو شہداد پور سے روانہ ہوکر حیدر آباد پہنچیں گے رات وہیں قیام فرمائیں گے

۲۳ رجون منگل کو بذریعہ تیز رو سے لاہور کو روانہ ہو جائیں گے۔

(مولانا) محمد حسن (صاحب) شاہ پور جاکر خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا۔ دفتر خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا:-

بچوں کا صفحہ

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے فیصلے

محمد امین صاحب بورسٹل جیل لاہور

پیارے بچو!

حضرات حسنین رضؓ ابھی بچے ہی تھے کہ ایک دن مسجد نبوی میں جا پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا بدوی وضو کر رہا ہے مگر ٹھیک نہیں کر رہا۔ ہر دو صاحبزادگان نے سوچا۔ کہ اس بوڑھے کو ٹوکے بغیر کس طرح وضو صحیح کرایا جائے، اچانک حضرت امام حسینؓ نے بڑے بھائی کو کہا۔ کہ بھائی جان میں وضو کرتا ہوں۔ آپ دیکھیں اگر کوئی غلطی ہو تو بتا دیں ان الفاظ پر بوڑھا بدوی بھی چونکا اور حضرت امام حسینؓ کو وضو کرتے دیکھنے لگا۔ چنانچہ امام عالی مقام وضو کرتے رہے اور حضرت حسنؓ اور بوڑھا بدوی دیکھتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بوڑھے نے اپنی غلطی سمجھ لی۔ اور وضو صحیح کرنا سیکھ لیا۔ سچ ہے:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

ترجمہ! اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور دانائی سے دعوت دیجئے اور اچھے وعظ اور الفاظ سے خدا کی طرف بلایئے۔

حضرت حسن رضؓ نے خلافت سنبھالی۔ تو آپؓ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی دو فوجیں آپس میں ٹکرانے والی ہیں۔ آپ مسلمانوں کے درمیان اس خون خرابہ کے تصور سے لرز گئے۔ چنانچہ جنگ کی بجائے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے آپؓ روضہ رسولؐ پر گوشہ نشین ہو گئے لیکن مخالفین کو پھر بھی کھٹکا رہا اور آپ کو زہر دلا دیا۔ چنانچہ جب زہر اپنا اثر کر چکا۔ تو شہادت کے وقت حضرت حسینؓ نے پوچھا کہ بھائی جان قاتل کا نام بتائیں آپؓ نے فرمایا کہ اگر واقعی وہ قاتل ہے۔ جس کو میں جانتا ہوں، تو اس کے لئے میرا رب کافی ہے اور اگر وہ نہیں تو میں شک کا گناہ بھی لینا نہیں چاہتا

سبحان اللہ کتنا سبق آموز جواب ہے اور خدا کی کفالت اور اس کی وکالت پر کتنا بھروسہ ہے اور اپنی طرف سے درگزر اور عفو کے ساتھ گناہ کے شائبہ تک سے کتنا پرہیز ہے

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت حسین رضؓ نے ایک دفعہ دوستوں کی دعوت کی اور اور ان کو کھانے پر بٹھایا، اور غلام کو کھانا لانے کو فرمایا۔ اچانک گرم شوربے کا پیالہ غلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جو امام عالی مقام کے جسم مبارک پر پڑا کپڑے خراب ہو گئے اور جسم مبارک جھلس گیا۔ اس حالت میں آپؓ نے غلام کی طرف دیکھا تو اس نے جھٹ قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ "الکاظمین الغیظ" جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پیارے غصہ پی لیتے ہیں آپ نے فرمایا اچھا میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے آیت کا دوسرا حصہ بھی پڑھ سنایا والعافین عن الناس یعنی اللہ والے لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا غلام نے جب دیکھا کہ آقا مہربان ہے تو آیت کا آخری حصہ بھی سنا دیا واللہ یحب المحسنین ۝ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ والے لوگوں پر احسان بھی فرماتے ہیں اس پر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

آؤ ذرا ہم بھی غور کریں اور گریبان میں جھانکیں کہ غصے کے وقت ہم کیا حشر بپا کرتے ہیں ؎

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

ناظرین کرام!

حضرات حسنین رضؓ کا بڑا مرتبہ ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر دو حضرات جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور دنیا میں میرے باغ کے دو پھول ہیں۔ ایک دفعہ ان کو روتا دیکھ کر فرمایا۔ کہ بیٹی فاطمہ رضؓ۔ ان کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ان کو راضی رکھو۔ ایک موقعہ پر فرمایا۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے تو بھی ان سے محبت رکھ

سبحان اللہ کتنا مرتبہ ہے اصل بات یہ ہے کہ اہل بیت سے محبت جزو ایمان ہے۔

ایک اور موقعہ کا ذکر ہے کہ حضورؐ نے ایک دفعہ ایک صاحبزادے کو کاندھے پر بٹھا لیا اور اسی طرح باہر تشریف لے آئے ایک صحابی رضؓ نے دیکھا تو کہا کہ صاحبزادے کتنی شاندار سواری ہے حضورؐ نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

یہ جملہ حضرت حسینؓ کی جلالتِ شان کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی حضرات حسنین رضؓ کے نقش قدم پر چلائے (آمین یا رب العالمین)

شیخ التفسیرؒ کے خصوصی مقولے

(۱) اس جہان میں ہر کھری چیز کے ساتھ کھوٹی موجود ہے۔ اصل کے مقابلے میں نقل، نور کے مقابلے میں ظلمت، حق کے مقابلے میں ظلمت موجود ہے، تصوف کے بھیس میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں

(۲) میں جتنا اولیاء کرام کا ادب کرتا ہوں بہت کم لوگ ان کا اتنا ادب کرتے ہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے، نہیں ہوتے، نہیں ہوتے، یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدان حشر میں بھی

خدام الدین خود پڑھیں اوروں کو پڑھائیں

۵ جون

خدام الدین لاہور

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بچن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۲۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بچن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱-۲۷۳۰ T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

علم یا جہالت

دھوکہ سے بچو



(۱) — اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک کیا پھر تجھے برابر کیا جس صورت میں چاہا تیرے اعضا کو جوڑ دیا (سورۃ الانفطار پ ۳۰)

(۲) — اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئیگا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر دنیا کی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اور دھوکہ باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ نہ دے (پ ۲۱ سورۂ لقمن آیت ۳۳)

(۳) — تجھ کو شہروں میں کافروں کی چہل پہل دھوکہ نہ دے۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کے ہاں مہمانی ہے اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک بندوں کے بدرجہا بہتر ہے۔ (آل عمران پ ۴ ع ۱۹۸) (فرمان مدنی ملاحظہ ہو)

من غشنا فلیس منا: — آنحضور فرماتے ہیں جو دھوکہ کرتا ہے۔ وہ ہم سے نہیں ہے۔



لوگ قرآن پاک میں غور کیوں نہیں کرتے کیا انکے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں

(سورۂ محمد پ ۲۶)